OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عائلیات اسلام اور جدید سوشیالوجی: موافق و متخالف نظریات کا تقابلی مطالعہ

Islamic Family Dynamics and Modern Sociology: A Comparative Study of Converging and Diverging Theories

Afshan Mubeen

M.Phil, Department of Islamic Studies, Minhaj University, Lahore, Pakistan

Professor Dr. Muhammad Akram Rana

Dean, Faculty of Islamic Studies & Shariah, Minhaj University, Lahore, Pakistan

Dr. Amina Shameen

MS Pediatric Physiotherapy, Riphah International University, Lahore, Pakistan

Abstract:

The study of family dynamics is central to both Islamic teachings and modern sociological theories, though their approaches and principles often diverge. Islamic family systems are rooted in divine guidance from the Quran and Hadith, emphasizing spirituality, morality, and a clear distribution of roles to foster familial harmony. Conversely, modern sociology often prioritizes individual autonomy, evolving social norms, and the influence of globalization on family structures. This research undertakes a comparative analysis of these two paradigms, identifying areas of convergence, such as the importance of familial unity and social stability, while highlighting points of divergence, including gender roles, intergenerational relationships, and the impact of secularization. The study also examines how modern sociological critiques of traditional family models align or conflict with Islamic principles, offering a balanced

CC BY

evaluation of both frameworks. By integrating classical Islamic scholarship with contemporary sociological discourse, this research provides a nuanced understanding of family dynamics in a rapidly changing world. It aims to present practical insights for bridging the gap between tradition and modernity while ensuring the preservation of family as a cornerstone of society.

Keywords: Islamic family system, modern sociology, comparative analysis, family dynamics, intergenerational relationships, secularization, social stability

تمہید

عائلیات اسلام ایک اہم اور بنیادی موضوع ہے جس کا تعلق انسان کی سماجی، ثقافتی اور اخلاقی زندگی سے ہے۔ اسلام میں عائلہ کی اہمیت کو ایک مضبوط اور مستحکم معاشرتی اکائی کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، جس کے ذریعے فرد، معاشرہ اور ریاست کے تعلقات میں توازن قائم کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، جدید سوشیالوجی میں عائلہ کے تصور میں مختلف معاشرتی، اقتصادی، اور ثقافتی تبدیلیوں کے اثرات نمایاں ہیں۔ جدید دور میں عائلہ کی شکلیں اور اس کے کردار میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں، جو عموماً فردیت کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور سماجی تغیرات کے نتیجے میں ہوئی ہیں۔ اس مطالعے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اسلام اور جدید سوشیالوجی کے نظریات کے درمیان عائلہ کے ادارے کے حوالے سے فرق اور مشابہت کو سمجھیں، اور یہ جانیں کہ ان دونوں کے نظریات معاشرتی زندگی پر کس طرح اثرانداز ہوتے ہیں۔ تحقیقی سوالات میں یہ شامل ہے کہ اسلام اور جدید سوشیالوجی میں عائلہ کی تعریف کیا ہے؟ دونوں میں عائلہ کے کردار میں کیا اختلافات ہیں؟ اور ان اختلافات یا مشابہات سے معاشرتی رویوں پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ عائلی نظام ہمیشہ انسانی معاشرت کا بنیادی ستون رہا ہے، اور اسلامی تعلیمات و جدید سماجی نظریات میں اس موضوع کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اسلامی عائلی نظام قرآن و سنت کی ہدایات پر مبنی ہے، جہاں روحانیت، اخلاقیات، اور افراد کے درمیان متوازن حقوق و فرائض پر زور دیا گیا ہے۔ دوسری جانب، جدید سوشیالوجی عائلی زندگی کو فرد کی خودمختاری، بدلتے سماجی رویوں، اور عالمی اثرات کے تناظر میں دیکھتی ہے۔ یہ تحقیق اسلامی اور جدید سماجی نظریات کے درمیان موافق اور متخالف پہلوؤں کا جائزہ لیتی ہے۔ اس میں خاندان کے اتحاد، سماجی استحکام، اور جدید دور میں عائلی نظام کو درپیش چیلنجز جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ تحقیق اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کس طرح اسلامی اصول اور جدید سماجی نظریات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جا سکتی ہے تاکہ روایتی اور جدید تقاضوں کے درمیان توازن برقرار رکھا جا سکے۔ اسلامی عائلی نظام اور جدید سماجی نظریات کے درمیان واضح فرق ہونے کے باوجود، دونوں میں عائلی استحکام اور سماجی ترقی کے مشترکہ پہلو موجود ہیں۔ اسلامی اصول جدید چیلنجز کے لیے نہ صرف ایک متبادل پیش کرتے ہیں بلکہ سماجی ہم آہنگی کے لیے ایک عملی حل بھی فراہم کرتے ہیں۔ عائلی زندگی کا اہم مقصد انسان کو راحت پہنچانا ہے۔ انسان فطری طور پر دوسروں کے ساتھ رہنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ میاں بیوی کے آپس میں مل کر رہنے سے دونوں کی نا صرف روحانی، جسمانی، نفسیاتی، اور اخلاقی ضروریات پوری ہوتی ہیں، بلکہ ؛اس کے ساتھ ساتھ نسل بھی آگے بڑھتی ہے۔ زندگی کی باگ دوڑ میں خوشیوں کو پورا کرنے میں، ہر نئے دن بڑھتے ہوئے اعلیٰ معیار نے عائلی زندگی کو تہس نہس کر رکھا ہے۔ عائلی زندگی میں گھر خواتین کے دم سے ہی چلتا ہے، ذریعہ

معاش کے لیے خواتین نے گھر چھوڑے تو بچے، شوہر اور خواتین نا صرف تباہ ہوئیں، بلکہ؛ بعض اوقات تو انسانی تعلقات بھی اس ملازمت کی وجہ سے برباد ہو جاتے ہیں۔ معاشرے کی اکائی گھرانہ ہے۔ مرد اور عورت سے اس کی بنیاد قائم ہوتی ہے، جس کو تمام تہذیبوں اور مذاہب میں تسلیم کیا جاتا ہے اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ زوجین کے تعلق کو نکاح کا نام دیا جاتا ہے، نکاح کے ذریعے باقاعدہ قواعد وضوابط کے تحت عمل میں لایا جاتا ہے۔ خواتین اور مردوں کے اس تعلق کا مطلب جنسی تسکین پورا کرنا نہیں نسل نو کو جنم دینا ہے۔ ماہر سماجیات اور معروف مسلم مورخ ابوریحان البیرونی نے اس حقیقت کو اس طرح لکھا ہے:

> "نکاح کی حقیقت سے دنیا کی کوئی قوم انکار نہیں کرتی، بلکہ؛ کسی نہ کسی طریقے سے ہر قوم میں موجود ہے۔ نظامِ نکاح سے، رشتہ ازدواج سے فساد فتنہ رک جاتا ہے، جس کو عقل برا سمجھتی ہے، جڑ کٹ جاتی ہے۔ زوجین یعنی خواتین اور مرد مل کر ایک گھرانے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ سوسائٹی ایک عمارت ہے تو گھرانہ اس کی بنیاد ہے۔"

خاندان کا مقام اور اہمیت سوشیالوجی کی نظر میں

عائلی زندگی ایک خاندان کی اہمیت اور بقا میں اتنا ہی اہم کردار ادا کرتی ہے، جتنا کہ خاندان عائلی زندگی کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لوگوں کا آپس میں کسی بھی خوشی یا غم میں مل کر اکٹھا ہونا سکون کا باعث بنتا ہے۔

> "مغربی تہذیب و مغربی ممالک میں خاندان سے عدم توجہی کے رویے نے عائلی زندگی کو بھی بہت کمزور کر دیا ہے۔ عائلی معاملات کو بہتر طریقے سے سلجھانے میں خاندان سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔"[1]

امریکہ میں رہائش پذیر ایک پاکستانی کا مغربی تہذیب پر مبصرہ خیالات کا اظہار:

> "نسل نو میں نکاح، شادی کا رواج بالکل ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ نکاح کے بغیر ہی مرد و عورت یا لڑکا لڑکی ایک ساتھ رہتے ہیں۔ بچے پیدا کر کے ہر دو چار برس بعد اپنا شریکِ زندگی بہت آسانی سے بدل لیتے ہیں، جس طرح انسان آسانی سے اپنا لباس بدل لیتا ہے۔ ضعیف والدین سوشل سکیورٹی یعنی بڑھاپے کی پنشن پر گزر بسر کر کے انتقال کر جائیں تو عام طور پر بے مروت اولاد دفنانے بھی نہیں آتی۔"[2]

جدید سوشیالوجی میں عائلہ کے نظریات (Family in Modern Sociology)

جدید سوشیالوجی میں عائلہ کو ایک معاشرتی ادارہ سمجھا جاتا ہے جس کا مقصد نہ صرف افراد کی جسمانی ضروریات کو پورا کرنا بلکہ ان کی سماجی، ثقافتی اور نفسیاتی ضروریات کو بھی پورا کرنا ہے۔ سوشیالوجی میں عائلہ کی تعریف عام طور پر ایک ایسے گروہ کے طور پر کی جاتی ہے جو جنسی تعلقات، بچے پیدا کرنے اور ان کی پرورش، اور خاندان کے اندر ذمہ داریوں کے بوجھ کو تقسیم کرنے کے عمل پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ تعریف وقت کے ساتھ ساتھ بدل چکی ہے اور اب مختلف قسم کی عائلہ کی شکلیں، جیسے کہ ایک والدین کے زیر کفالت خاندان، ہم جنس جوڑے، اور دیگر غیر روایتی شکلیں بھی شامل کی جاتی ہیں۔ جدید عائلہ کی تشکیل اور تبدیلیاں معاشرتی اور اقتصادی عوامل سے متاثر ہوئی ہیں۔ صنعتی انقلاب، شہری کاری، اور خواتین کے حقوق کی تحریکوں نے عائلہ کی روایتی ساخت کو چیلنج کیا ہے، جس کے نتیجے میں عائلہ کی شکلیں متنوع ہو گئی ہیں۔ اب خاندانوں کی ساخت میں تبدیلیاں دیکھنے کو ملتی ہیں جیسے کہ کم بچوں کا ہونا، شادی کی عمر میں تاخیر، اور طلاق کی شرح میں اضافہ۔ ان تبدیلیوں نے عائلہ کے اندر فرد کی آزادی اور اس کے حقوق کو بڑھایا ہے، جس کے نتیجے میں عائلہ کا روایتی تصور کمزور پڑا ہے۔ فردیت اور عائلہ کی نظریاتی کشمکش

ایک اہم سوشیالوجیکل موضوع ہے۔ جہاں ایک طرف فردیت کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے، وہاں دوسری طرف عائلہ کے ادارے کا سماجی استحکام پر اثر ہے۔ سوشیالوجی کے مختلف نظریات میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ فرد کی آزادی اور عائلہ کی مشترکہ ذمہ داریاں کس طرح ایک دوسرے سے متصادم ہوتی ہیں۔ فردیت کی بڑھتی ہوئی اہمیت نے عائلہ کی اجتماعی نوعیت کو متاثر کیا ہے، جہاں افراد اپنی ذاتی خواہشات اور آزادی کو ترجیح دیتے ہیں۔ معاشرتی اور ثقافتی اثرات پر غور کرتے ہوئے سوشیالوجی میں یہ بتایا جاتا ہے کہ عائلہ کی تشکیل اور اس میں ہونے والی تبدیلیاں معاشرتی ترکیب، اقتصادی ترقی، تعلیم کی سطح اور ثقافتی تصورات پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ جدید دور میں فرد کی خود مختاری، معاشی سرگرمیاں، اور ثقافتی تقاضے عائلہ کے کردار کو نئے انداز میں تشکیل دیتے ہیں۔ یہ عوامل عائلہ کے اندر کی روایات، اقدار اور اصولوں میں تبدیلی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو مزید پیچیدہ اور متنوع عائلہ کی صورتیں پیدا کرتے ہیں۔

عائلیات اسلام: اصول و تعلیمات (Family in Islam: Principles and Teachings)

اسلام میں عائلہ کو ایک بنیادی اور مقدس ادارہ تسلیم کیا گیا ہے جو فرد کی ذہنی، جسمانی، اور روحانی نشوونما کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ عائلہ کی تعریف میں یہ شامل ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو مرد، عورت اور ان کے بچوں کے درمیان محبت، احترام اور ذمہ داریوں کے رشتہ پر مبنی ہے۔ اسلام میں عائلہ کا کردار نہ صرف فرد کی فلاح کے لیے ضروری سمجھا گیا ہے بلکہ یہ معاشرتی استحکام اور سماجی ہم آہنگی کے لیے بھی اہم ہے۔ نکاح، طلاق اور شادی کے اصول اسلامی عائلہ کے بنیادوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ نکاح ایک اہم فریضہ ہے جس میں مرد اور عورت کی رضامندی اور اسلامی ضوابط کی پیروی ضروری ہے۔ اسلام میں طلاق کو ایک آخری راستہ سمجھا جاتا ہے، اور اس کے لیے شرعی طریقہ کار اور عدلیہ کے ذریعے فیصلے کی اہمیت ہے تاکہ عائلہ کے افراد کو ذہنی اور جسمانی اذیت سے بچایا جا سکے۔ اسلام میں بچوں کی پرورش کا خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے اور والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم، تربیت اور اخلاقی بہتری کے لیے ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں، انہیں محبت اور شفقت دیں اور ان کی ضروریات پوری کریں۔ عائلہ میں مرد اور زن کا کردار یکساں طور پر اہم ہے، تاہم ان کے کرداروں میں فطری فرق کے مطابق ذمہ داریاں تقسیم کی گئی ہیں۔ مرد کو عائلہ کا سربراہ اور معاشی کفیل بنایا گیا ہے، جبکہ عورت کو گھر کے اندرونی امور اور بچوں کی تربیت کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اس کے باوجود اسلام نے دونوں کے حقوق میں مساوات کو فروغ دیا ہے، اور ان کے درمیان احترام، محبت اور تعاون کی بنیاد پر عائلہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس طرح اسلام عائلہ کے اندر مرد و زن کے حقوق و فرائض میں توازن قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان مساوات اور انصاف کو یقینی بناتا ہے۔

اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق عائلی زندگی:

اسلام نے عائلی زندگی کے اصول و ضوابط واضح کر دیے کہ ایک مرد اور عورت کس طرح اپنی زندگی گزاریں۔ اگر مرد اور عورت کی عائلی زندگی میں کسی موڑ پر کوئی رکاوٹ پیش آتی ہے، تو اس حوالے سے بھی قرآن کریم میں صاف الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ لڑائی جھگڑوں کی صورت میں رشتہ سماج کو ختم کرنے کا حکم بھی ہے۔ قرآن کریم میں ظہار، خلع، اور لعان کے حوالے سے بھی احکامات موجود ہیں۔ ان کا مقصد خاندانی معاملات کو مضبوط کرنا اور اسلامی معاشرے کو پاکیزہ اور مضبوط رکھنا ہے۔ اسلام نے خواتین اور مردوں کے رشتہ ازدواج کو معاشرتی قدروں کے طور پر اخلاقی تحفظ دیا اور قانونی تحفظ دیا۔ رشتہ ازدواج کو اسلامی معاشرے میں درجہ قبولیت دینے کے لئے نکاح کی شکل دی گئی یہ ایک معاہدہ ہے، جس کو اخلاقی اور قانونی قبولیت حاصل ہے۔

"اخلاقی و قانونی طور پر رشتہ ازدواج کو قائم رکھنے کے طریقے اور آداب سکھائے گئے۔ اخلاقی اور قانونی طور پر ازواج کو مضبوط کرنے کے لیے غیر ضروری جذباتیت سے منع کیا گیا۔ دونوں اشخاص کے درمیان یہ تعلق بن جائے اور دونوں طرف سے اخلاقی و قانونی تقاضوں کو اصولوں کے مطابق متعین کر سکیں۔ جو انسانی فلاح اور مزاج کے مطابق ہے۔"[3]

عائلی زندگی کا بنیادی مقصد (محمد قطب کے مطابق)

عائلی زندگی کا بنیادی مقصد افراد کو سکون پہنچانا ہے، کیونکہ ؛بنیادی طور پر انسان نفسیاتی طور پر دوسرے کے ساتھ کا طلب گار ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی وجہ سے تنہا ہو جائے تو اس کی نظریں بار بار اپنے ہم جنس کو تلاش کرتی ہیں۔ اگر اسے اپنے ہم جنس کی بھرپور رفاقت میسر نہ ہو تو وہ ساتھ ساتھ چلنے کے باجود بھی ریل کی پٹریوں کی طرح جدا جدا ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے محمد قطب لکھتے ہیں کہ:"جذباتی ٹھہراؤ بھی مردوزن کی ایسی نفسیاتی ضرورت ہے، جس کی تلافی جسمانی راحتوں اور اقتصادی آزادی سے نہیں ہو سکتی۔ اس سکون اور ٹھہراؤ کے لیے یقیناً گھر اور خاندان کی ضرورت ہے۔"[4] عائلی زندگی میں سکون نہ ہونے کے باعث لوگوں کی طبیعت میں تلخ مزاجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اضطرابی کیفیت لوگوں کو سکون نہیں لینے دیتی۔ جو دنیا میں ہی جہنم کے عذاب کے مترادف ہے۔ مغرب میں بہت سے ایسے جوڑے ہیں، جو ایک دوسرے کے لیے دل میں پیار و محبت کے جذبات بالکل نہیں رکھتے۔ جوڑا ہونے کے باوجود ان کے دل جڑ جانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایک ساتھ رہنے کے باوجود "سوچ کی زمینوں" پر ان کے راستے الگ الگ ہیں۔[5]

اسقاطِ حمل اور اولاد کے ناحق قتل کی بھرمار

نکاح جیسے مقدس رشتے میں بندھے بغیر جب تسکین کا سامان حاصل ہو گیا، تو ذمہ داریوں سے فرار کے رستے پیدا ہو گئے۔ اب جسمانی تسکین کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوئی اس کی ذمہ داری نبھانے والا کوئی نہیں۔ باپ اولاد کی ذمہ داریوں سے بالکل بے نیاز جبکہ ماں ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے دفاتر یا بازاروں میں ماری ماری پھرے یا اولاد کو پیار و محبت سے پالے، اس طرح یہ جوڑے بے سہارا نسلوں میں اضافے کا باعث بنے۔ میلینی فلپس یورپی معاشرے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ 1986ء سے غیر شادی شدہ ماؤں کی بڑھتی ہوئی تعداد تنہا نظر آتی ہے۔ 1972ء میں غیر شادی شدہ ماؤں کی تعداد 9 فیصد تھی۔ 1996ء میں 36 فیصد ولادتیں بغیر نکاح کے ہوئیں اور اب انگلستان میں نصف حمل شادی کے بغیر ہی قرار پاتے ہیں۔ عورتوں میں آزادی کی یہ لہر کم سن لڑکیوں کو بھی اپنا شکار بنا چکی ہے۔ صرف انگلستان کے اندر ہر سال (1999ء) 90 ہزار نوبالغ لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں۔ (ان میں سے 7 ہزار 7 سو کی عمر 16 سال سے کم ہوتی ہے) اور 56 ہزار بچے پیدا کرتی ہیں۔ ان میں سے اکثر خود بھی بے نکاح اولاد (تنہا ماؤں کی اولاد) ہوتی ہیں۔ فطری طور پر ایسی خواتین اپنی اولاد کو اس معاشرتی ماحول میں پرورش نہیں کر پاتیں، کیونکہ ؛اس حوالے سے خواتین کو تعلیم نہیں ملتی کہ وہ متوازن ذہنی و نفسیاتی اٹھان کے ساتھ پرورش پائیں۔ 9 سے 15 سال کی عمر کی ان ماؤں کے بچے ظاہر ہے، مسائل کا سمندر ہوتے ہیں۔ مابعد الطلاق کلچر میں (بالخصوص جہاں خواتین مناسب روزگار سے قاصر ہوں) "ہم خانگی" نے بھی فروغ پایا ہے۔ 1980ء اور 1995ء کے درمیان انگلستان میں بغیر نکاح کے ایک ہی چھت کے نیچے رہنے والی عورتوں کی تعداد 11 فیصد سے بڑھ کر 55 فیصد تک پہنچ گئی۔ یہ غیر منکوحہ جوڑے منکوحہ جوڑوں کے مقابلے میں خود کو زیادہ آزاد، زیادہ محفوظ

اور طلاق ووراثت کے قانونی تقاضوں سے اپنے آپ کو دور محسوس کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے تعلقات کا دورانیہ اوسطاً دوسال سے زیادہ نہیں ہوتا، لیکن ان دوبرس کے دوران بچوں کی پیدائش سے اس تعلق کی بقاپر عموماً منفی اثرات ہی مرتب ہوتے ہیں۔[6]

جنسی جذبات کے اس جنون نے ان اقوام کے اندر انسانیت تو درکنار ممتاجیسے عظیم جذبات تک کو مسخ کرر کھ دیا ہے۔ "نیوجرسی میں ایک سکول کی طلبہ نے رقص کی محفل کے دوران common room میں بچہ جنااور اس کو کچرے میں پھینک دیااور خود رقص کی محفل تقریب میں واپس شامل ہو گئی۔"[7] محمد قطب لکھتے ہیں کہ: انسان جس قدر ترقی اور تہذیب کی منازل طے کرتا جاتا ہے اس کے جسمانی، نفسیاتی اور عقلی اعمال میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اعمال و جذبات وافکار کی دنیا میں وسعت آتی جاتی ہے اور اس طرح بچے پہلے کی نسبت زیادہ دیکھ بھال اور توجہ کے محتاج ہوتے جاتے ہیں۔ مغرب میں ماں کی گود کی محبت اور باپ کے سینے کی شفقت کی جگہ، نرسری کے نظامِ تربیت نے لے لی ہے۔ بے شک نرسریوں میں بچوں کو مناسب و متوازن غذا فراہم کی جاتی ہے، ان کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کی جاتی ہے، روزانہ کی بنیاد پر وزن ہوتا ہے اور اسے نوٹ کر لیا جاتا ہے، روزانہ کی بنیاد پر طبی اصولوں کے مطابق غسل دیا جاتا ہے، ذہنی آزمائش ہوتی ہے لیکن بچوں کی نفسیاتی ضروریات کی تکمیل نہیں ہوتی۔ ان امور کی تکمیل صرف اور صرف ایک صحیح گھریلو ماحول میں ہو سکتی ہے۔ انا فرائڈ نے ایک کتاب (بغیر خاندان کے بچے) لکھی جس میں اس نے بتایا ہے کہ نرسریوں اور بچہ گاہوں میں پرورش پانے والے بچے شدید نفسیاتی نقص کا شکار ہوتے ہیں۔[8]

صنفی جذبات کی کثرت

ذرائع ابلاغ نے جنسی جذبات کو بھڑکا کر انسان کو وحشی جانوروں کی طرح بے قابو کرنے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ مخلوط نظامِ تعلیم نے بھی صنفی جذبات کو اُبھارنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ امریکی مفکر اور سوشل سائنسدان جارج گلڈز اپنی کتاب "Men & Marriage" میں لکھتا ہے کہ: "مخلوط نظامِ تعلیم میں لڑکے اور لڑکیاں جلد بالغ ہوجاتے ہیں۔ testosterone کا بڑھنا شدید نفسیاتی اور جنسی ہیجان کا باعث بنتا ہے۔ لڑکیوں میں زنانہ ہارمونز Progesterone اور Estrogens کی وجہ سے بلوغیت کے دور میں سستی اور ڈپریشن عام ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں ان کی اکثریت جنس مخالف کے متعلق ہی سوچتی رہتی ہے۔"

پھر جارج گلڈر لکھتا ہے کہ:

"اگر آپ لوگ اس بات کو نہیں مانتے تو آپ خوابوں کی دنیا میں جی رہے ہیں۔[9]

انہی وجوہات کی بنا پر جنسی تشدد کچھ ممالک میں عروج تک پہنچ چکا ہے۔"

دنیا میں سب سے زیادہ مہذب ملک کہلوانے والا امریکہ ہے، اس میں ہر ایک گھنٹے میں 78 خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ماہرین کے مطابق امریکہ میں جنسی تشدد کا نشانہ بننے والی عورتوں کی تعداد جرمنی میں جنسی تشدد کا شکار ہونے والی عورتوں کی تعداد سے چار گنا، انگلستان کے مقابلے میں تیرہ گنا اور جاپان میں ایسے واقعات کا شکار ہونے والی عورتوں کی تعداد سے 20 گنا زیادہ ہے۔[10] امریکی فوج میں ایک سال کے دوران جنسی تشدد کے 2 ہزار واقعات ہوئے۔[11] امریکہ میں 62 فیصد یونیورسٹی طالبات، یونیورسٹی حدود میں بھی امریکی نوجوان سے خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔[12]

خاندانی رشتوں میں عورت کا بدلتا ہوا کردار

"گھر عورت کی وجہ سے ہی آباد تھا، جب ضروریاتِ معاش حاصل کرنے کے لیے عورت نے گھر چھوڑا تو صرف اپنے آپ کو ہی نہیں، بلکہ: بچے، شوہر، تمام افراد، قبیلہ کی تباہی کی وجہ بنی ہیں۔"[13]

مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والوں کی شادیاں

مختلف ثقافتوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی عائلی زندگیاں بھی عام طور پر ازدواجی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔"United Lulheran Church" کی ایک جائزہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 58 فیصد لوگ چرچ سے باہر ہی شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ رومن، کیتھولک چرچ اس رجحان کو انتہائی غلط قرار دیتا ہے۔ تمام چرچ کے سربراہ بھی اس فیصلے کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو صبر و تحمل شادیوں کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ فریقین میں بھی اس کا فقدان پایا جاتا ہے۔ مختلف مذاہب کے زندگی گزارنے کے احکامات مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر بروز جمعہ مچھلی کھانا محض عقیدہ نہیں ادارہ ہے۔ چرچ کی تعطیلات وغیرہ عائلی زندگی کے فریم کو متاثر کرتی ہے۔ دو مختلف سمتوں سے آنے والوں کا ایک سمت میں چلنا عموماً خاصا مشکل ہوتا ہے۔[14]

خواتین کا ملازمت کی طرف بڑھتا ہوا رجحان

"خواتین پر گھر کے کاموں کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ عورتوں کی یہ ذمہ داریاں تین پہلوؤں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ گھریلو زندگی کے ان امور کے ساتھ ساتھ خواتین نے جب بھی ملازمت کی ذمہ داری خود پہ لی ہے، تو ملازمت کے کاموں کی وجہ سے عورت اپنے گھریلو معاملات پر توجہ نہیں دے پائی۔ جو ہمیشہ گھریلو حالات کی خرابی کی وجہ بنی ہے۔ جب خواتین خود پر اور اپنے گھروں پر توجہ نہیں دے پاتی، تو ان کی حالت اس طرح ہوئی ہوتی ہے جیسے کوئی پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گہرے پانی کی کھائی میں گر جائے۔ خواتین کو ملازمت میں لانے کا مطلب گھر کے ماحول کو بے چینی میں ڈالنا ہے۔"[15]

وٹہ سٹہ اور ذات برادری:

"مسلمان آج کل ذات برادری کے جھمیلوں میں الجھا ہوا ہے۔ لوگ آج کل اپنی ذات کو دوسروں کی ذات سے اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو اپنی ذات یا اپنی برادری میں رشتہ نہ ملے تو ان کے بچے بیٹھے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ کچھ علاقے ایسے ہیں جن میں وٹہ سٹہ کی بنیاد پر رشتہ کیا جاتا ہے۔ ایک خاندان کی بیٹی کا رشتہ لینے کے لیے ان کو اپنے خاندان کی بیٹی یا بہن دی جاتی ہے۔ بعض دفعہ تو بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی رشتے طے کر دیے جاتے ہیں۔ ہمیں اپنے معاشرے میں وٹہ سٹہ کی شادی کے جو نتائج دیکھنے کو ملتے ہیں، بعض دفعہ دونوں خاندانوں میں لڑائی جھگڑوں کی وجہ ہی بنتے ہیں۔ خاندان کی ایک عورت کی زندگی میں دکھ ہیں تو دوسری طرف خوشحال زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔ وٹہ سٹہ کی شادیوں میں ہمیشہ یہی مشکلات رہی ہیں۔"[16]

عائلی زندگی میں بگاڑ کی وجوہات

مغرب میں عائلی زندگی کے بگاڑ نے لوگوں کو اس ارادے سے متنفر کر دیا اور شادی سے لوگوں نے گریز کرنا ضروری سمجھ لیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ مردوں کا عورتوں کے بارے میں سنگدلانہ رویہ ہے، جبکہ مرد ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے کے لیے ایسا رویہ اپنا رہے ہیں۔ یورپ میں عورتوں کے معاملے میں مرد جس قدر سنگدلانہ رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ برطانوی جریدے "اسکوائر" کے ایک حالیہ سروے کے مطابق نوجوان عورتوں کی اکثریت شادی سے گریز کرتی ہے۔ سروے کی رپورٹ کے مطابق 18 سال سے 36 سال تک کی عمر والی خواتین کی اکثریت نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا ہے کہ شادی کرنا کسی لڑکی کے لیے آئیڈیل خوشی کا باعث ہے۔ "ان خواتین کا کہنا ہے کہ مرد فطری طور پر بے وفا اور ذمہ داری سے جی چرانے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے شادی کوئی خوشگوار عمل نہیں ہے۔"[17] اسی

طرح ایک جائزہ رپورٹ کے مطابق بیویوں کو دھوکا دینے میں فرانس کے شوہر دنیا بھر میں اول نمبر پر ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق فرانس میں 80 فیصد مرد شادی شدہ ہونے کے باوجود بھی غیر محرم خواتین کے ساتھ تعلق میں رہتے ہیں۔[18] روس میں عائلی تباہی کا اندازہ وزارتِ داخلہ کی اس رپورٹ سے کیا جاسکتا ہے جس کے اعداد و شمار کے مطابق 1994ء میں 15 ہزار عورتوں کو ان کے شوہروں یا والدین نے قتل کر دیا تھا۔ 14 ہزار خواتین اپنی عزت خراب کر لیتی ہیں۔ تنظیم انسانی حقوق کا کہنا ہے بے عزت ہونے والی عورتوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اکثر عورتیں اپنے ساتھ ہونے والی جسمانی زیادتی کا ذکر نہیں کر پاتی۔[19]

عائلی زندگی اور خواتین کی ملازمت

عورتوں کی ملازمت کی وجہ سے ان کے ازدواجی زندگی دن بہ دن خرابی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ گھر ویران اور خالی، بچے شفقت اور توجہ سے بالکل محروم اور میاں بیوی کے مابین ایک وسیع فاصلہ ہو گیا ہے۔ یاسمینہ صالحہ لکھتی ہیں کہ: "فرانس میں بسنے والے خاندان تاریخ میں پہلی مرتبہ حقیقی افلاس کا شکار ہیں۔ نوکری کے پیچھے بھاگتے ہوئے دورانِ نوکری طویل عرصے تک گھروں سے دور رہنے اور گھنٹوں اوور ٹائم کرنے کے بعد فرانسیسی خاندان اپنی ذاتی زندگی کو تو بھول ہی چکے ہیں۔ بہت سی ایسی چیزیں جو 20 سال قبل فرانسیسیوں کے لیے باعثِ فخر ہوا کرتی تھیں، اب ان کو فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی خواتین گھریلو زندگی کے بنیادی تقاضے پورے کرنے میں بالکل ناکام ہو چکی ہیں۔ مغربی معاشرے میں اگر انسان کامیاب ملازم بننا چاہتا ہے تو اسے اپنی ذاتی زندگی کو قربان کرنا پڑے گا۔"

مسلم بالخصوص پاکستانی معاشرہ سے متعلقہ مسائل

انسان اپنے خاندان کی موجودگی سے ہی زندگی کا لطف حاصل کرتا ہے اور سکون و عافیت محسوس کرتا ہے۔ عائلی زندگی سے ہی خاندان کا وجود ممکن ہے۔ موجودہ حالات میں مغربی معاشرے گھریلو زندگی کی توڑ پھوڑ کی طرف بڑھ چکے ہیں۔ اب مغربی ثقافت کا یہ رواج مشرقی ثقافت کی طرف بھی رواں دواں ہے، یہاں بھی مغربی ثقافت کے حامل لوگ نکاح کی حیثیت کو کم درجہ سمجھتے ہیں۔

ازدواجی زندگی نکاح کے بغیر

نکاح جیسے پاکیزہ رشتے کو جب کوئی خاص اہمیت نہ دی جائے تو انسانوں کی جنسی ضروریات جائز طریقے سے پوری نہیں کی جاسکتی۔ ایسے میں لوگ غیر فطری راستوں کی طرف چل پڑتے ہیں۔ پھر فحاشی و منکرات کا ایسا سیلاب اُمڈ آتا ہے جس کی صورت معاشرے میں باقاعدہ طوائفوں کی بھرمار بھی ہو سکتی ہے اور ان لوگوں کی بھی، جو مذہب اور خاندان کے دباؤ سے اپنے آپ کو آزاد کر کے اس غیر فطری تعلق میں جکڑے جاتے ہیں۔ بلاشبہ زنا شیطان کا رستہ ہے اور یہ نکاح کے رستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ نکاح جسمانی تسکین کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں کو بھی لازم کرتا ہے تاکہ معاشرتی تسلسل قائم و جاری رہے جبکہ اس کے برعکس بے نکاح ازدواجی تعلق خاندان کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ "لاڑکانہ کے علاقے میں محنت کش طبقوں میں کسی نکاح یا باقاعدہ رسم کے بغیر ایک ساتھ (اکٹھا) رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان کے خلاف باتیں بھی بنائیں لیکن کوئی بھی ان کے مابین مداخلت نہیں کرتا حتیٰ کہ عورت کے جوان بیٹے بھی جانتے ہوتے ہیں کہ ان کی ماں اپنے عاشق کے ساتھ رہ رہی ہے لیکن وہ بھی ان کے مابین مداخلت نہیں کرتے۔ پنجاب اور سندھ کے اکثر علاقوں کہ ایسے حالات سننے کو ملتے ہیں کہ مرد دوسرے علاقوں کی خواتین کو اغوا کر کے بغیر نکاح کے ان کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں مگر؛ کوئی ان کے مابین

مداخلت نہیں کرتا۔" نکاح سے گریز کرنا اور فطری ضرورت پوری کرنے کے لیے غیر شرعی طریقہ اپنانا، اسلام کی نظر میں حرام ہے۔ اس راستے سے بچانے کے لیے اسلام نکاح کی ترغیب دلاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنكِحُوا الاَيَامٰى مِنكُم وَالصّٰلِحِينَ مِن عِبَادِكُم وَاِمَائِكُم اِن يَّكُونُوا فُقَرَاءَ يُغنِهِمُ اللّٰهُ مِن فَضلِه وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾(2)

"اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔ اور خدا (بہت) وسعت والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"(4)

"سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔" اس طرح رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے فوائد کی بناء پر رہبانیت سے منع فرمایا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ"(26) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام میں "صرورۃ" نہیں ہے۔" اسی طرح نکاحِ متعہ بھی حرام کر دیا گیا: "یہ وہ نکاح ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے ایک دن، ایک ہفتہ یا ایک مہینے کے لیے نکاح کرے۔"(26) رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ متعہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْعُزْبَةَ قَدِ اشْتَدَّتْ عَلَيْنَا، قَالَ: "فَاسْتَمْتِعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ"، فَأَتَيْنَاهُنَّ فَأَبَيْنَ أَنْ يَنْكِحْنَنَا إِلَّا أَنْ نَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُنَّ أَجَلًا، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُنَّ أَجَلًا"، فَخَرَجْتُ أَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِي، مَعَهُ بُرْدٌ وَمَعِي بُرْدٌ، وَبُرْدُهُ أَجْوَدُ مِنْ بُرْدِي، وَأَنَا أَشَبُّ مِنْهُ، فَأَتَيْنَا عَلَى امْرَأَةٍ، فَقَالَتْ: بُرْدٌ كَبُرْدٍ، فَتَزَوَّجْتُهَا، فَمَكَثْتُ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ غَدَوْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ، وَهُوَ يَقُولُ: "أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ، أَلَا وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا"(26) "حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد (حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے (راستے میں بعض) صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے مجرد رہنا دشوار ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "عورتوں سے متعہ کر لو" ہم عورتوں کے پاس گئے، انہوں نے مدت کے تعین کے بغیر ہم سے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ صحابہ نے نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "ان سے مدت متعین کر لو۔" چنانچہ میں اور میرا ایک چچازاد (ہم دونوں) روانہ ہوئے۔ اس کے پاس ایک چادر تھی اور میرے پاس بھی ایک چادر تھی۔ اس کی چادر میری چادر سے اچھی تھی اور میں اس سے جوان تھا۔ ہم ایک عورت کے ہاں پہنچے (اور اس سے بات کی۔) اس نے کہا: چادر چادر برابر ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے نکاح کر لیا۔ اور اس رات اس کے ہاں ٹھہرا۔ صبح ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے دروازے اور رکن کے درمیان کھڑے ہیں، اور فرما رہے ہیں: "لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی، سنو! اللہ نے اسے

قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا ہے، لہٰذا جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہے، وہ اسے آزاد کر دے۔ اور تم نے انہیں جو کچھ دیا ہے، اس میں سے کچھ بھی (واپس) نہ لو۔"

اسلام معاشرے میں بدکاری اور بے حیائی کے پھیلنے کی سخت مذمت کرتا ہے، اسلام پہلے بچاؤ کی تدابیر کا حکم دیتا ہے، شرم و حیا کا حکم دیتا ہے، آوارگی کو حرام ٹھہراتا ہے، مرد وزن کی اختلاط کو روکتا ہے۔ فحاشی سے خبردار کرتا ہے، نکاح کے ذریعے پاکبازی کو آسان تر بناتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی بدکاری کرتے تو عائلی زندگی کو بگاڑ سے محفوظ کرنے کے لیے عبرتناک سزا کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنهُمَا مِائَةَ جَلدَةٍ وَّلَا تَاخُذكُم بِهِمَا رَافَةٌ فِي دِينِ اللهِ اِن كُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللهِ وَاليَومِ الاٰخِرِ وَليَشهَد عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ المُؤمِنِينَ﴾(2)"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہر گز ترس نہ آئے۔ اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔"

اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ"(7)"اللہ نے ان کے لیے راہ نکالی ہے، کنوارا، کنواری سے (زنا کرے) تو (ہر ایک کے لیے) سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ سے زنا کرے تو (ہر ایک کے لیے) سو کوڑے اور رجم ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو (جس طرح اللہ نے فرمایا تھا: "یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکالے۔"

محض اپنی ذات کو ترجیح دینا:

کامیاب شادی وہ ہوتی ہے جس میں دونوں افراد (میاں بیوی) ایک دوسرے کی ذات اور مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ بچوں کو سکول کی زندگی سے ہی "Express Themselves" کا فلسفہ پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے۔ شادی کے بندھن میں بندھنے کے بعد بھی یہ سوچ برقرار رہتی ہے اور دونوں (میاں بیوی) اپنی اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ "ہماری زندگی" کی سوچ پروان نہیں چڑھتی، عورتوں کی ملازمت بھی اس رستے میں ایک رکاوٹ ہے۔

اباحیت پسندی

"ایک دوسرے سے بے نیازی و بے رُخی والے رویے نے میاں بیوی کے مابین بہت فاصلہ پیدا کیا جس کا نتیجہ شادی کے ادارے کو نظر انداز کرنے کی صورت میں بر آمد ہوا لیکن انسانی فطرت اپنی جنسی تسکین کے لیے اپنے ساتھی کی طلبگار ہوتی ہے۔ جب جائز و حلال اور معاشرہ و مذہب کا طے شدہ طریقہ چھوڑا گیا تو پھر اباحیت پسندی کا راستہ کُھل گیا۔ یعنی جدھر، جہاں جیسے چاہو اپنی فطری ضرورت پوری کر واور کام ختم، نہ گھر کی کوئی ذمہ داری کی قید، نہ بچوں کی تربیت و پرورش والا معاملہ، مغربی معاشرے میں بے نکاح ازدواجی تعلقات کا سلسلہ آتش فشاں سے نکلنے والے لاوے کی طرح پھوٹ نکلا ہے۔"[20] محمد قطب مغرب کے اس اباحیت پسندی کی نظریے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: بے قید مغرب کا کہنا ہے کہ اگر نوجوان کو یہ سہولت فراہم کر دی جائے کہ وہ باآسانی اپنے جذبات کی عکاسی کر سکیں تو ان کے اعصاب پر کوئی بوجھ نہیں رہے گا مگر نوجوان جذبات کی عکاسی کے بعد جس عمل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ خالصتاً مشینی عمل ہے جس پر انہیں زندگی کی ضرورت مجبور کرتی ہے اور مادی زندگی سے اور حقائق زندگی سے اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہوتا۔ محمد تقی عثمانی یورپین سکول ماسٹر Nina Epton کی کتاب Love and the English کا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ میرے اسکول میں بچوں کے اندر پانچ سال کی عمر ہی سے کورٹ شپ کے واقعات

شروع ہو جاتے ہیں۔ وہاں آپ نوجوان لڑکیوں کو از خود "دعوت" دیتے ہوئے بھی دیکھ سکتے ہیں، بالخصوص وہ چھوٹے بچے جن کی کوئی بہن نہیں ہوتی۔ جنسی معاملات اور بقول کسے جنسی کھیلوں کے بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ: "یہاں بلوغت کے قریب لڑکوں اور لڑکیوں میں جنسی ملاپ کے حوالے سے واقعات اس قدر سامنے آتے ہیں کہ جن کی تعداد بتانے سے قاصر ہیں۔"[21]

ہم جنس پرستی اور قانونی تحفظ

جب انسان نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے فطری راستے چھوڑ دیئے، تو اباحیت اور آزادانہ جسمانی اختلاط، اپنی زیریں حدود کو روندھ گیا۔ ڈبلیو آئی جارج نے 1913ء میں ایک مضمون میں اعلان کیا کہ: "تحریکِ نسواں کا اصل مقصد شادی کا خاتمہ اور آزادانہ جنسی تعلقات کو قائم کرنا ہے۔" تحریکِ نسواں کا بنیادی مقصد جنسی آوارگی اور شادی کے نتیجے میں آنے والے خاندانی نظام کی تباہی و بربادی ہے۔ 1960ء کی دہائی میں امریکہ اور یورپ میں رونما ہونے والے "جنسی انقلاب" نے تحریکِ نسواں کے لیے آتش گیر مادے کے طور پر کام کیا۔[22]

عائلیات اسلام اور جدید سوشیالوجی: موافق نظریات (Concordant Views: Common Ground between Islamic Family Theory and Modern Sociology)

عائلیات اسلام اور جدید سوشیالوجی میں عائلہ کی بنیادی اہمیت پر دونوں نظریات میں واضح ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اسلام میں عائلہ کو معاشرتی استحکام اور روحانی سکون کا مرکز سمجھا جاتا ہے، اور اسی طرح جدید سوشیالوجی بھی عائلہ کو فرد کی سماجی اور نفسیاتی فلاح کے لیے لازمی قرار دیتی ہے۔ دونوں نظریات میں عائلہ کی اہمیت اس بات پر مرکوز ہے کہ یہ فرد کی ابتدائی تربیت، اخلاقی نشوونما اور سماجی تعلقات کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں عائلہ کو ایک بنیادی ستون اور معاشرتی زندگی کے لیے لازمی ادارہ قرار دیا گیا ہے، جبکہ سوشیالوجی میں بھی یہ ادارہ فرد کی معاشرتی ساخت اور ثقافتی پہچان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عائلہ کے ادارے کی سماجی استحکام میں کردار دونوں نظریات میں مشترک ہے۔ اسلام میں عائلہ کو معاشرتی امن، انصاف اور محبت کا مرکز سمجھا گیا ہے، جس کی بنیاد پر فرد اور معاشرہ کی فلاح کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اسی طرح، جدید سوشیالوجی بھی عائلہ کو معاشرتی استحکام کے لیے ایک اہم اکائی قرار دیتی ہے۔ یہ ادارہ فرد کی تربیت، اخلاقی رہنمائی اور سماجی تعلقات کے استحکام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ سوشیالوجی میں عائلہ کے معاشرتی کردار پر زور دیا جاتا ہے کہ یہ ادارہ فرد کو سماجی طور پر قابل قبول بناتا ہے اور معاشرتی اصولوں کو اپنانے میں مدد دیتا ہے۔ اسلام اور جدید سوشیالوجی میں بچوں کی پرورش اور والدین کی ذمہ داریوں میں بھی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اسلام میں والدین کو اپنے بچوں کی اچھی تربیت، تعلیم اور اخلاقی بہتری کے لیے بھرپور ذمہ داری دی گئی ہے۔ اسی طرح، سوشیالوجی میں بھی والدین کو بچوں کی جسمانی، نفسیاتی اور معاشرتی ترقی کے لیے ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ دونوں نظریات میں بچوں کی پرورش کو ایک اہم فریضہ اور والدین کے لیے اخلاقی اور سماجی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے، جس کا مقصد بچوں کو معاشرتی اصولوں کے مطابق تربیت دینا ہے۔ اسلام اور جدید سوشیالوجی میں خواتین کے حقوق اور مقام پر بھی مشترکہ نظریات پائے جاتے ہیں۔ اسلام میں خواتین کو اپنے حقوق، آزادی اور مساوات کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، خصوصاً عائلہ کے اندر جہاں انہیں عزت و احترام کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح، جدید سوشیالوجی بھی خواتین کے حقوق کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے اور عائلہ کے ادارے میں ان کی مساوی حیثیت کی حمایت کرتی ہے۔ دونوں نظریات میں یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ خواتین کو ان کے کردار میں عزت، تحفظ اور مساوات دی جائے تاکہ وہ نہ صرف عائلہ بلکہ پورے معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔

عائلیات اسلام اور جدید سوشیالوجی: متخالف نظریات (Dissonant Views: Contrasts between Islamic Family Theory and Modern Sociology)

اسلامی عائلہ کے نظریات اور جدید سوشیالوجی کے درمیان کچھ اہم اختلافات پائے جاتے ہیں جو دونوں کے عائلہ کے ادارے کو سمجھنے کے طریقوں کو مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ایک اہم فرق عائلہ کے ادارے میں فردیت کے اثرات سے متعلق ہے۔ جہاں جدید سوشیالوجی میں فردیت کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے، وہاں اسلام عائلہ کو ایک اجتماعی ادارہ سمجھتا ہے جہاں فرد کی فلاح کا انحصار معاشرتی توازن اور اجتماعی ذمہ داریوں پر ہے۔ اسلام میں عائلہ کا تصور فرد کی ذاتی آزادی سے زیادہ مشترکہ مفادات اور ذمہ داریوں پر مبنی ہے، جبکہ سوشیالوجی میں فرد کی ذاتی خواہشات، حقوق اور آزادی کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے، جو عائلہ کے اجتماعی تصور کے برخلاف ہے۔ طلاق، ازدواجی تعلقات اور پارٹنرشپ کے تصورات میں بھی دونوں کے درمیان اختلافات ہیں۔ اسلام میں نکاح کو ایک مقدس معاہدہ اور طلاق کو ایک آخری آپشن کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس کے لیے شرعی ضوابط اور عدالتی طریقہ کار کی پیروی ضروری ہے۔ طلاق کو ایک سنگین معاملہ سمجھا جاتا ہے اور اس کا استعمال صرف تب کیا جانا چاہیے جب تمام کوششوں کے باوجود ازدواجی تعلقات بچانے کی کوششیں ناکام ہو جائیں۔ اس کے برعکس، جدید سوشیالوجی میں طلاق اور ازدواجی تعلقات کے تصورات میں لچک اور فرد کی آزادی کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ سوشیالوجی میں ازدواجی تعلقات کو ایک سماجی معاہدہ سمجھا جاتا ہے جسے افراد اپنی مرضی سے شروع اور ختم کر سکتے ہیں، جو اسلام کی نظر میں ایک عارضی اور کمزور تصور ہے۔ سوشیالوجی میں عائلہ کی غیر روایتی شکلوں، جیسے کہ ہم جنس شادیوں، سنگل پیرنٹس، اور دیگر غیر روایتی عائلہ کی اقسام کو تسلیم کیا گیا ہے، جب کہ اسلام میں عائلہ کے روایتی تصورات کی حفاظت کی گئی ہے۔ اسلام میں عائلہ کی ساخت میں کسی قسم کی تبدیلی کو قبول نہیں کیا جاتا اور یہ روایتی تصور یعنی مرد اور عورت کے درمیان ازدواجی تعلقات پر مبنی ہے۔ جدید سوشیالوجی میں عائلہ کی غیر روایتی شکلوں کو معاشرتی ترقی اور فرد کی آزادی کا حصہ سمجھا جاتا ہے، جو اسلام کے نظریہ سے متصادم ہے۔ اسلامی معاشرتی نظریات میں جدیدیت کے اثرات بھی ایک اہم موضوع ہے۔ جہاں جدید سوشیالوجی فرد کی آزادی اور معاشرتی تبدیلیوں کو اہمیت دیتی ہے، اسلام میں یہ تبدیلیاں بہت زیادہ محدود اور محتاط نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ اسلامی معاشرتی نظریات میں جدیدیت کو اکثر ایسے خطرات کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو فرد کے اخلاقی اور روحانی ارتقاء کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس، سوشیالوجی میں جدیدیت اور ترقی کو معاشرتی فلاح کی علامت سمجھا جاتا ہے، جہاں ہر فرد کو اپنی زندگی میں خود مختاری اور فیصلہ سازی کا حق دیا جاتا ہے۔ یہ تمام اختلافات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلام اور جدید سوشیالوجی میں عائلہ کے ادارے کے حوالے سے مختلف تصورات اور اصول پائے جاتے ہیں، جو دونوں کے معاشرتی اور ثقافتی پس منظر سے متاثر ہیں۔ اسلام عائلہ کو ایک روایتی اور مقدس ادارہ سمجھتا ہے، جبکہ جدید سوشیالوجی فرد کی آزادی اور غیر روایتی سماجی ڈھانچوں کو زیادہ تسلیم کرتی ہے۔

خلاصہ کلام

اس تحقیق میں عائلیات اسلام اور جدید سوشیالوجی کے نظریات کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے، جس میں دونوں کے درمیان مختلف مشترکہ اور متخالف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔ اسلام میں عائلہ کو ایک مقدس اور معاشرتی استحکام کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جہاں مرد و زن کے درمیان توازن، ذمہ داریوں کی تقسیم، اور بچوں کی تربیت پر زور دیا گیا ہے، جبکہ جدید سوشیالوجی فردیت، آزادی اور عائلہ کی غیر روایتی شکلوں کو اہمیت دیتی ہے۔ دونوں میں عائلہ کی اہمیت، سماجی استحکام میں کردار اور والدین کی ذمہ داریوں پر مماثلت پائی جاتی ہے، تاہم طلاق، ازدواجی تعلقات اور غیر روایتی عائلہ کی شکلوں پر اختلافات ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں

نظریات مختلف سماجی و ثقافتی پس منظر سے آکر عائلہ کے ادارے کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ اس تحقیق سے یہ سفارش کی جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات اور جدید سوشیالوجی کے نظریات کے درمیان ایک توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عائلہ کے ادارے کی اہمیت اور فرد کی آزادی دونوں کو صحیح انداز میں سمجھا جاسکے اور معاشرتی ترقی کے لیے ایک ہم آہنگ حکمت عملی تیار کی جاسکے۔ معاشرے میں عورت کا مقام اس طرح ہے جس طرح جسم کا تعلق روح سے ہو۔ عورت ہی معاشرے کو تخلیق کرتی ہے۔ اسی بنیاد پر معاشرہ قائم رہتا ہے۔ عائلی زندگی کا اہم مقصد انسان کو راحت پہنچانا ہے۔ انسان فطری طور پر دوسروں کے ساتھ رہنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ میاں بیوی کے آپس میں مل کر رہنے سے دونوں کی نا صرف روحانی، جسمانی، نفسیاتی اوراخلاقی ضروریات پوری ہوتی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نسل بھی آگے بڑھتی ہے۔ معاشرے کا اصول ہے کہ مرد اور عورت سے اس کی بنیاد قائم ہوتی ہے جس کو تمام تہذیبوں اور مذاہب میں تسلیم کیا جاتا ہے اور عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس رشتہ کو شوہر اور بیوی کے رشتہ کا نام دیا گیا ہے اور اس کو نکاح کے ذریعے باقاعدہ قواعد وضوابط کے تحت عمل میں لایا جاتا ہے۔ خواتین اور مردوں کے اس تعلق کا مطلب جنسی تسکین پورا کرنا نہیں، نسل نو کو جنم دینا ہے۔ مغرب میں ماں کی گود کی محبت اور باپ کے سینے کی شفقت کی جگہ نرسری کے نظام تربیت نے لے لی ہے۔ بے شک نرسریوں میں بچوں کو مناسب ومتوازن غذا فراہم کی جاتی ہے، ان کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کی جاتی ہے، روزانہ کی بنیاد پر طبی اصولوں کے مطابق غسل دیا جاتا ہے، ذہنی آزمائش ہوتی ہے لیکن بچوں کی نفسیاتی ضروریات کی تکمیل نہیں ہوتی۔ ان امور کی تکمیل صرف اور صرف ایک صحیح گھریلو ماحول میں ہو سکتی ہے۔

حوالاجات

[1]Cavan, Ruth Shonle, (N F) Thomas, Marriage and family in the Modern World, P: 333, P: 333, p:2

[2]امریکہ بہادر کا اصلی چہرہ، اردو ڈائجسٹ، جون 1996

[3]علوی، خالد (2009) اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران، ص 167

[4]قطب، محمد (1980) اسلام اور جدید مادی افکار، مترجم سجاد احمد کاندھلوی، نئی دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز انڈیا، ص366،، ص381-374، ص399،397

[5] Melanie Philips, (1990), The Sex change society -Feminised Britain and the Neutered Man, London, The social Market Foundation, P: 36200 بحوالہ ترجمان القرآن، لاہور نومبر

[6]اردو نیوز جدہ، 19 اگست 1997

[7]اردو نیوز جدہ، 19 اگست 1997

[8]. "مخلوط تعلیم کا زہر" ماہنامہ افکار معلم لاہور، اگست 2007ء، ص 13

[9]روزنامہ پاکستان لاہور، 9 جولائی 2001ء، 8 مئی 2005ء

[10]روزنامہ پاکستان لاہور، 9 جولائی 2001ء، 8 مئی 2005ء

[11]نوائے وقت، 27 جنوری 2006ء

[12]The World Book Encyclopedia, 1957, Field Enterprises Educational Corporation Chicago, 6/2475

[13]صدیقی، نعیم (1993) عورت معرض کشمکش میں، لاہور، ادارہ معارف اسلامی پاکستان، ص 72

[14]وٹہ سٹہ کی شادی "جنگ سنڈے میگزین، لاہور، 23 دسمبر 2007

[15] روزنامہ خبریں لاہور، 18 اگست 1995ء، 29 مئی 1995ء، 11 جولائی 1995ء
[16] روزنامہ خبریں لاہور، 18 اگست 1995ء، 29 مئی 1995ء، 11 جولائی 1995ء
[17] روزنامہ خبریں لاہور، 18 اگست 1995ء، 29 مئی 1995ء، 11 جولائی 1995ء
[18] گھروں کی واپسی کا رجحان، المجتمع، عدد 1680، دسمبر 2005ء، بحوالہ ترجمان القرآن، مارچ 2006ء، ص 78
[19] کسانڈرا ایلجین، سمعیہ خاور ممتاز، (س ن)، عورت، قانون اور معاشرہ عمل کی راہیں، مترجم فواد عثمان خان، لاہور، شرکت گاہ، ص 114
[20] الحداد، محمد عاصم (ستمبر 2010ء) فقہ السنہ، لاہور، ج 2، ص 35
[21] صراطِ مستقیم، برمنگھم، فروری، مارچ 1990ء
[22] صراطِ مستقیم، برمنگھم، فروری، مارچ 1990ء